Content for Essay Writing Competition for Intermediate / Degree & Post Graduate students

صلح حدیبیہ وبیعت رضوان

ذوقعدہ ۶ ؁ھ مکہ معظّمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پرایک کنواں ہے جس کو حدیبیہ کہتے ہیں۔ گاؤں بھی اس کنوئیں کے نام سے مشہور ہو گیا۔ چونکہ معاہدہ صلح میں لکھا گیا ہے۔ اس لئے اس واقعہ کو صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔

تاریخ اسلام میں یہ واقعہ نہایت اہم یعنی اسلام کی تمام آئندہ کامیابیوں کا دیباچہ ہے۔ اوراس بنا پر باوجود اس کے کہ وہ صرف ایک صلح کا معاہدہ تھا اور صلح بھی بظاہر مغلوبانہ تھی تاہم خدانے قرآن مجید میں اس کو فتح کا لقب دیا ہے۔

کعبہ اور مکہ معظّمہ

کعبہ اسلام کا اصلی مرکز تھا۔ اسلام کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلا نے قائم کی تھی اور یہ لقب اسلام بھی انہی کی ایجاد ہے:

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِينَ (الحج:۷۸)

ابراہیم ہی ہے جس نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شریعت ملی وہ کوئی نئی شریعت نہ تھی بلکہ وہی ابراہیمی شریعت تھی:

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ (الحج:۷۸)

تمہارے باپ ابراہیم کا مذہب۔''

دور زمانہ کے امتداد سے گو انہی کی اولاد بت پرست بن گئی تھی تاہم کعبہ جو ابراہیمی یادگار تھا عرب کا قبلہ گاہ عام تھا۔ تمام عرب اس کو اپنا مشترک ورثہ آبائی سمجھتا تھا نہ صرف وہ لوگ جو حضرت ابراہیم کے خاندان سے تھے بلکہ وہ بھی جو قحطانی تھے اور جن کا سلسلہ نسب اس خاندان سے الگ تھا۔ عرب کے قبائل سال بھر آپس میں لڑتے رہتے تھے اور یہی غارت گریاں ان کی بقائے زندگانی کا ذریعہ تھیں کیونکہ ان کی معاش بھی اسی پر منحصر تھی۔ تاہم چار مہینے تک جو شہر حرم کہلاتے تھے تمام لڑائیاں بند ہو جاتی تھیں۔ قبائل عرب دور دور سے سفر کر کے آتے اور اس قبلہ گاہ عام میں عبادت اور عقیدت کی رسوم بجالاتے تھے۔ وہ قبائل جن میں سے ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہوتا تھا اب یکجا جمع نظر آتے تھے اور شیر وشکر ہو کر ملتے تھے۔ گویا بھائی بھائی ہیں۔ مسلمان بہ جبر مکہ سے نکالے گئے تھے۔ لیکن یہ خیال ان کے دل سے نہیں گیا تھا اور نہ جا سکتا تھا کہ کعبہ پر ان کا بھی کم از کم اسی قدر حق ہے جس قدر اور قبائل کا ہے۔ اس کے ساتھ مکہ سے مسلمانوں کے گوناگوں تعلقات تھے۔ وہ ان کا قدیم اور محبوب وطن تھا۔ مکہ کی یاد ایک پھانس تھی جو ہر وقت ان کے

کلیجے میں کھٹکتی رہتی تھی۔ حضرت بلال مکہ میں اس قدر ستائے گئے تھے تاہم ان کو جب مکہ یاد آتا تو روتے تھے اور پکار کر یہ اشعار پڑھتے تھے۔

کیا پھر بھی وہ دن آسکتا ہے کہ میں مکہ کی وادی میں ایک رات بسر کروں اور میرے پاس اذخر اور جلیل ہوں اور کیا وہ دن بھی ہوگا کہ میں مجنہ کے چشموں پر اتروں اور شامہ و طفیل مجھ کو دکھائی دیں۔" اکثر مہاجرین جان بچا کر نکل آئے تھے اور بال بچے وہیں رہ گئے تھے۔

ارادہ عمرہ

اسلام کے فرائض چہارگانہ میں حج کعبہ ایک رکن اعظم ہے۔ غرض مختلف اسباب سے آنحضرت نے مکہ معظّمہ کا ارادہ کیا اور اس غرض سے کہ قریش کا کوئی اور احتمال نہ ہو۔ عمرہ کا احرام باندھا اور قربانی کے اونٹ ساتھ لئے۔ یہ بھی حکم دیا کہ کوئی شخص ہتھیار باندھ کر نہ آئے۔ صرف تلوار جو عرب میں سفر کا ضروری آلہ سمجھی جاتی تھی پاس رکھ لی جائے۔ اس میں بھی یہ شرط ہے کہ نیام میں بند ہو۔

چونکہ مہاجرین عموماً اور اکثر انصار اس سعادت کے منتظر تھے چودہ سو لوگ اس سفر میں ساتھ تھے۔ مقام ذوالحلیفہ میں پہنچ کر قربانی کی ابتدائی رسمیں ادا ہو گئی یعنی قربانی کے اونٹ ساتھ تھے ان کی گردنوں میں قربانی کی علامت کے طور پر لوہے کے نعل لگا دیئے گئے۔

احتیاط کے لئے قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص جس کے اسلام لانے کا حال قریش کو معلوم نہ تھا پہلے بھیج دیا گیا کہ قریش کے ارادہ کی خبر لائے۔ جب قافلہ عسفان کے قریب پہنچا اس نے آکر خبر دی کہ قریش نے تمام قبائل کو یکجا کر کے کہہ دیا ہے کہ محمد ﷺ مکہ میں کبھی نہیں آسکتے۔

قریش کی روکنے کے لئے تیاری

غرض قریش نے بڑے زور و شور سے مقابلہ کی تیاری کی۔ قبائل متحدہ کے پاس پیغام بھیجا وہ جمعیت عظیم لے کر آئے۔ مکہ سے باہر بلدح ایک مقام پر فوجیں فراہم ہوئیں۔ خالد بن ولید جواب تک اسلام نہیں لائے تھے دو سو سوار لے کر جن میں ابو جہل کا بیٹا عکرمہ بھی تھا مقدمہ الجیش کے طور پر آگے بڑھے اور غمیم تک پہنچ گئے جو رابغ اور جحفہ کے درمیان ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ قریش نے خالد کو طلیعہ بنا کر بھیجا ہے اور وہ مقام غمیم تک آگئے ہیں اس لئے کترا کر داہنی طرف سے چلو۔ فوج اسلام جب غمیم کے قریب پہنچ گئی تو خالد کو گھوڑوں کی گرد اڑتی نظر آئی۔ وہ گھوڑا اڑاتے ہوئے گئے اور قریش کو خبر کی کہ لشکر اسلام غمیم تک آگیا۔ آنحضرت ﷺ آگے بڑھے اور حدیبیہ میں پہنچ کر مقام کیا۔ یہاں پانی کی قلت تھی۔ ایک کنواں تھا وہ پہلے ہی آمد میں خالی ہو گیا۔ لیکن اعجاز نبوی سے اس میں اس قدر پانی آگیا کہ سب سیراب ہو گئے۔

بیعت رضوان

بالآخر آپ نے گفتگو صلح کے لئے حضرت عمر کو انتخاب کیا لیکن انہوں نے معذرت کی کہ قریش میرے سخت دشمن ہیں اور مکہ میں میرے قبیلہ کا ایک شخص بھی نہیں کہ مجھ کو بچا سکے۔ آپ ﷺ نے حضرت عثمان ؓ کو بھیجا۔ وہ اپنے ایک عزیز (ابان بن سعید) کی حمایت میں مکہ گئے اور آنحضرت ﷺ کا پیغام سنایا۔ قریش نے ان کو نظر بند کر لیا لیکن عام طور پر یہ خبر مشہور ہوگئی کہ وہ قتل کر ڈالے گئے۔ یہ خبر آنحضرت کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عثمان کے خون کا قصاص لینا فرض ہے۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ ؓ سے جاں نثاری کی بیعت لی۔ تمام صحابہ ؓ نے جن میں عورتیں و مرد دونوں شامل تھے ولولہ انگیز جوش کے ساتھ دست مبارک پر جاں نثاری کا عہد کیا۔ یہ تاریخ اسلام کا ایک مہتم بالشان واقعہ ہے۔ اس بیعت کا نام بیعۃ الرضوان ہے۔ سورہ فتح میں اس واقعہ کا اور درخت کا ذکر ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللہُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَآثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (الفتح:18)

ترجمہ: اللہ مسلمانوں سے راضی تھا جب کہ وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ سو خدا نے جان لیا جو کچھ ان لوگوں کے دلوں میں تھا۔ تو خدا نے ان پر تسلی نازل کی اور عاجلانہ فتح دی۔

لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ خبر صحیح نہ تھی۔

سہیل کا سفیر بن کر آنا

قریش نے سہیل بن عمرو کو سفیر بنا کر بھیجا۔ وہ نہایت فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ چنانچہ لوگوں نے ان کو خطیب قریش کا خطاب دیا تھا۔ قریش نے ان سے کہہ دیا صلح صرف اس شرط پر ہوسکتی ہے کہ محمد ﷺ اس سال واپس چلے جائیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلا کر حکم دیا کہ معاہدہ کے الفاظ قلم بند کریں۔ حضرت علیؓ نے عنوان پر "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھا۔

صلح نامہ کی عبارت پر تنازع

عرب کا قدیم طریقہ تھا کہ خطوط کی ابتداء میں بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھتے تھے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے وہ آشنا نہ تھے۔ اس بناء پر سہیل بن عمرو نے کہا کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی بجائے وہی قدیم الفاظ لکھے جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے منظور فرمایا۔ آگے کا فقرہ تھا ہذا قاضی علیہ محمد رسول اللہ ﷺ یعنی وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے تسلیم کیا۔ سہیل نے کہا۔ اگر ہم آپ کو پیغمبر ہی تسلیم کرتے تو پھر جھگڑا کیا تھا۔ آپ صرف اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھوائیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ گو تم تکذیب کرتے ہو لیکن خدا کی قسم میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ یہ کہ کر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اچھا خالی میرا نام لکھو۔ حضرت علیؓ سے زیادہ کون فرمان گذار ہوسکتا تھا لیکن عالم محبت میں ایسے مقام بھی پیش آتے ہیں جہاں فرمانبرداری سے انکار کرنا پڑتا ہے۔ حضرت علی نے کہا میں ہرگز آپ کا نام نہ مٹاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا مجھ کو دکھاؤ میرا نام کہاں ہے۔ حضرت علیؓ نے اس جگہ انگلی رکھ دی۔ آپ ﷺ نے رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا۔

آپ ﷺ کو لکھنا نہیں آتا تھا اسی بناء پر آپ کو اُمّی کہتے ہیں۔ یہ واقعہ مسلم میں جہاں منقول ہے لکھا ہے کہ آپ نے رسول اللہ کا لفظ مٹا کر ابن عبداللہ لکھ دیا۔ بخاری میں چونکہ یہ واقعہ عام روایت کے خلاف ہے اس لئے ایک معرکتہ الآرا مباحثہ بن گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ لکھنے پڑھنے کا کام روز مرہ جب نظر سے گزرتا رہتا ہے تو ناخواندہ شخص بھی اپنے نام سے حرف آشنا ہوجاتا ہے۔ اس سے امیت میں فرق نہیں آتا۔ بے شبہ اُمّی ہونا آپ ﷺ کا فخر ہے اور خود قرآن مجید میں یہ وصف شرف وعزت کے موقع پر استعمال ہوا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ .(الاعراف:157).

شرائط صلح

شرائط صلح یہ تھیں:

1) مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔

2) اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔

3) ہتھیار لگا کر نہ آئیں۔ صرف تلوار ساتھ لائیں وہ بھی نیام میں اور نیام بھی جلبان (تھیلا وغیرہ) میں

4) مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

5) کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے گے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔

6) قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہو جائیں۔

صلح حدیبیہ کے مصالح

اب تک مسلمان اور کفار ملتے جلتے نہ تھے۔ اب صلح کی وجہ سے آمد و رفت شروع ہوئی۔ خاندان اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے کفار مدینہ میں آتے۔ مہینوں قیام کرتے اور مسلمانوں سے ملتے جلتے تھے۔ باتوں باتوں میں اسلامی مسائل کا تذکرہ آتا رہتا تھا۔ اس کے ساتھ ہر مسلمان اخلاص، حسن عمل، نیکوکاری پاکیز و اخلاق کی ایک زندہ تصویر تھا۔ جو مسلمان مکہ جاتے تھے ان کی صورتیں یہی مناظر پیش کرتی تھیں۔ اس سے خود بخود کفار کے دل اسلام کی طرف کھنچے آتے تھے۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس معاہدہ صلح سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں لائے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ (فاتح شام) اور حضرت عمرو بن عاصؓ (فاتح مصر) کا اسلام بھی اسی زمانہ کی یادگار ہے۔

معاہدہ صلح میں یہ شرط تھی کہ جو مسلمان مکہ سے چلا آئے گا وہ پھر مکہ کو واپس کر دیا جائے اس میں صرف مرد داخل تھے اور عورتیں نہ تھیں عورتوں کے متعلق خاص یہ آیت اتری

یے ایمان والوں! جب تمہارے پاس عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کو جانچ لیا کرو۔ اللہ ہی ان کی ایمان کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ پھر جب تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ مومن عورتیں ہیں تو تم انہیں کافروں کے پاس واپس نہ بھیجنا۔ وہ ان کافروں کے لیے حلال نہیں ہیں، اور وہ کافران کے لیے حلال نہیں ہیں۔ اور ان کافروں نے جو کچھ (ان عورتوں پر مہر کی صورت میں) خرچ کیا ہو، وہ انہیں ادا کرو۔ اور تم پر ان عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے، جب تک کہ تم نے ان کے مہر ادا نہیں کر دیے ہوں۔ اور تم کافر عورتوں کی عصمتیں اپنے قبضے میں باقی نہ رکھو، اور جو کچھ تم نے (ان کافر بیویوں پر مہر کی صورت میں) خرچ کیا تھا، وہ تم (ان کے نئے چوہروں سے) مانگ لو۔ اور انہوں نے جو کچھ (اپنی مسلمان ہو جانے والی بیویوں پر) خرچ کیا تھا، وہ (ان کے نئے مسلمان شوہروں سے) مانگ لیں۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے، وہی تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے، اور اللہ برے علم والا، بڑی حکمت والا ہے۔ (الممتحنۃ)

نومسلموں کی واپسی کی شرط کی تنسیخ

جو مسلمان مکہ میں مجبوری سے رہ گئے تھے چونکہ کفار ان کو سخت تکلیفیں دیتے تھے اس لئے وہ بھاگ بھاگ کر مدینہ آتے تھے۔ سب سے پہلے حضرت عتبہ بن اسیدؓ (ابوبصیر) بھاگ کر مدینہ آئے قریش نے حضور ﷺ کے پاس دو شخص بھیجے کہ ہمارا آدمی واپس کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے حضرت عتبہؓ سے فرمایا کہ واپس جاؤ عتبہ نے عرض کی کہ کیا آپ مجھ کو کافروں کے پاس بھیجتے ہیں کہ مجھ کو کفر پر مجبور کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا "خدا اس کی کوئی تدبیر نکالے گا۔ حضرت عتبہؓ مجبوراً دو کافروں کی حراست میں واپس گئے لیکن مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر انہوں نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا۔ دوسرا شخص جو بچ گیا اس نے مدینہ آکر آنحضرت ﷺ سے شکایت کی۔ ساتھ ہی ابوبصیر بھی پہنچے اور عرض کی کہ آپ نے عہد کے موافق اپنی طرف سے مجھ کو واپس کر دیا اب آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ یہ کہہ کر مدینہ سے چلے گئے اور مقام عیص میں جو سمندر کے کنارے ذومروۃ کے پاس ہے رہنا اختیار کیا۔ مکہ کے بیکس اور ستم رسیدہ لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ جان بچانے کا ایک ٹھکانہ پیدا ہو گیا ہے تو چوری چھپے بھاگ بھاگ کر یہاں آنے لگے۔ چند روز کے بعد

اچھی خاصی جمعیت ہوگئی اور اب ان لوگوں نے اتنی قوت حاصل کرلی کہ قریش کا کاروان تجارت جو شام کو جایا کرتا تھا۔اس کو روک لیتے تھے۔ان حملوں میں جو مال غنیمت مل جاتا تھا وہ ان کی معاش کا سہارا تھا۔

قریش نے مجبور ہو کر آنحضرت ﷺ کو لکھ بھیجا کہ وہ معاہدہ کی اس شرط سے ہم باز آتے ہیں۔اب جو مسلمان چاہے مدینہ جا کر آباد ہوسکتا ہے ہم اس سے تعرض نہ کریں گے۔آپ نے آوارہ وطن مسلمانوں کو لکھ بھیجا کہ یہاں چلے آؤ۔چنانچہ ابو جندلؓ اور ان کے ساتھ مدینہ میں آکر آباد ہو گئے اور کاروان قریش کا راستہ بدستور کھل گیا۔

مستورات میں سے حضرت ام کلثوم جو رئیس مکہ (عتبہ بن ابی معیط) کی صاحبزادی تھیں اور مسلمان ہو چکی تھیں مدینہ ہجرت کر کے آئیں لیکن ان کے دونوں بھائی عمارۃ اور ولید بھی آئے اور آنحضرت سے درخواست کی کہ ان کو واپس دے دیجئے۔آپ نے منظور نہیں فرمایا صحابہ میں سے جن لوگوں کی ازواج مکہ میں رہ گئی تھیں اور اب تک کافرہ تھیں صحابہؓ نے ان کو طلاق دے دی۔